عورت کی گواہی کا قضیہ: فتاویٰ عالمگیری اور عصری (پاکستانی) قانون کے تناظر میں ایک تقابلی جائزہ

The issue of woman's witness: A comparative study in light of Fātāwā Ā'lāmgeeri and the contemporary (Pakistani) law

محمد ظہور[i] ڈاکٹر کریم داد[ii]

Abstract

The research paper deals with the issue of witness with respect to women. It is a comparative evaluation of the issue under reference in view of the famous collection of Islamic law i.e. Fātāwā Ā'lāmgeeri and the contemporary (Pakistani) laws. As regards the matter of women's witness, Islam gives it a due place. As it is evident from the proofs of the Islamic law that a woman can give her evidence in civil matters. Similarly, the two women are considered equal to one man in witness. As far the matter of judicial cases is concerned so actually a women cannot give her evidence. The philosophy behinds this rules is to keep the woman away from the grievances and responsibilities as possible. Because evidence is not a right but is a responsibility in the real sense. The narrative advocating the issue of witness is discrimination towards women is indeed a baseless observation. In this article an attempt has been done to compare both Islamic and contemporary laws, which will benefit the readers.

Key Words: woman's witness, Fātāwā Ā'lāmgeeri, Pakistani law

تمہید

اسلام واحد ایسا دین ہے جس میں تمام افراد کے حقوق متعین ہیں۔ اسلام سے پہلے قانون اور انصاف کا ترازو طاقتور کے ہاتھ میں ہوتا تھا۔ لیکن اسلام نے آکر معاشرے کے کمزور طبقے، غیر مسلموں، ذمیوں اور عورتوں کو ان کا مقام دلوا کر دیگر افراد معاشرہ کی طرح انصاف دلوایا۔ یہاں تک کہ نبی کریم ﷺ نے عورتوں کو وہ مقام عطا کیا جس سے دیگر مذاہب

i پی ایچ ڈی سکالر، ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک سٹڈیز، عبدالولی خان یونیورسٹی مردان

ii ایسوسی ایٹ پروفیسر، ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک سٹڈیز، عبدالولی خان یونیورسٹی مردان

قبل از اسلام اور بعد از اسلام قاصر رہیں اور آپ ﷺ نے اسلامی معاشرے کے جو اصول پیش کیے ان میں معاشرہ کے تمام افراد کے ساتھ حسن سلوک اور انصاف کا جھلک نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔

آپ ﷺ نے صرف تعلیم و تعلم پر اکتفا نہیں کیا بلکہ خود عملی مظاہرہ کرتے ہوئے صحابہ کرام سے بھی عملی مظاہرے کروائے اور اسی کو اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور دونوں جہانوں کی کامیابی قرار دیا گیا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ وَمَنْ تَوَلَّى فَمَا أَرْسَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِيظًا"[1]

"جو شخص رسول کی فرمانبرداری کرے گا تو بے شک اس نے خدا کی فرمانبرداری کی اور جو نافرمانی کرے گا تو اے پیغمبر تمہیں ہم نے ان کا نگہبان بنا کر نہیں بھیجا۔"

دوسری جگہ ارشاد ہے:

"لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ"[2]

"تم کو پیغمبر خدا کی پیروی (کرنی) بہتر ہے۔"

اسلام نے جس طرح معاشرے کے دوسرے افراد کے حقوق کا تحفظ کیا تو اسی طرح عورتوں کو بھی ان کے حقوق پورے کے پورے دیئے، بلکہ ان کے ساتھ احسان کا معاملہ کیا۔ بعض طبقوں کی طرف سے اسلام پر جو اعتراض کیا جاتا ہے کہ اسلام میں عورتوں کے ساتھ زیادتی کی گئی ہے تو یہ قرآن و حدیث سے دوری اور اسلامی احکامات کو صحیح طرح سے نہ سمجھنے کی وجہ سے ہے۔ کیونکہ یہ نہیں دیکھتے کہ عورت کو معاشرے میں باپردہ اور سکون و اطمینان کی زندگی جینے کا حق محض دین اسلام ہی کا طرہ ہے چاہے حالت جنگ ہو یا امن۔ کچھ عرصہ سے عورتوں کی گواہی کا قضیہ بڑھا چڑھا کر پیش کیا جاتا ہے کہ اسلام میں عورتوں کی گواہی مردوں کے برابر نہیں ہے یعنی دو عورتیں بھلا ایک مرد کے کیسے برابر ہو سکتی ہیں؟ لیکن وہ لوگ یہ نہیں دیکھتے کہ جس دین میں غیر مسلموں کے ساتھ ناانصافی کی اجازت نہیں تو وہاں ایک مسلمان (عورت) پر ظلم کیونکر ہو گی۔

اس موضوع پر کئی کتابیں اور تحقیقی مضامین لکھی گئی ہیں، مگر اس کی ایک خاص پہلو (فتاویٰ عالمگیری اور عصری (پاکستانی) قانون کا تقابل: عورت کی گواہی کے حوالے سے) ہے جس پر پہلے سے کوئی تحقیقی کام نہیں کیا گیا ہے۔ جس پر یہ آرٹیکل مشتمل ہے۔ جس میں پہلے فتاویٰ عالمگیری اور شہادت (گواہی) کا تعارف پیش کیا گیا ہے۔ پھر عورت کی گواہی کے قضیے کو تفصیلی انداز سے بیان کیا گیا ہے۔ پھر فتاویٰ عالمگیری اور پاکستانی قانون کا اس مسئلے میں تقابلی جائزہ لیا گیا ہے اور آخر میں خلاصۃ البحث کے عنوان کے تحت اس آرٹیکل سے اخذ شدہ نتائج ذکر کیے گئے ہیں۔

فتاویٰ عالمگیری

مغل خاندان کے ایک نیک سیرت بادشاہ اورنگزیب عالمگیر نے علمائے کرام کی ایک جماعت سے ججز اور مفتیان کرام کے لیے ایک ایسی کتاب تیار کی جس سے فقہ حنفی کے بنیادی کتب تک رسائی آسان ہو، جو کہ فتاویٰ عالمگیری اور فتاویٰ الہندیہ کے نام سے مشہور ہے۔اس مقصد کے پیش نظر آپ نے ملا نظام الدین سہالویؒ کی سربراہی میں علمائے ہند کے مشہور علماء پر مشتمل کمیشن تشکیل دی، جن کی شبانہ روز محنت سے تقریباً آٹھ سال کی مدت میں چھ جلدوں پر مشتمل ایک کتاب تیار کی گئی جو کہ کسی جج، مفتی اور فقیہ کا انفرادی فتویٰ نہیں بلکہ فقہ حنفی میں لکھی گئی کتب کا نچوڑ اور جس کے تمام اقوال مفتیٰ بہ ہیں۔اس کے ساتھ ساتھ یہ ایک ایسی فتاویٰ ہے کہ جس میں ہر قول کا حوالہ موجود ہے[3]۔

اس فتاویٰ کی جمع و ترتیب فقہی ابواب کے لحاظ سے کئی حصوں میں تقسیم کرکے ہر حصہ کی نگرانی ایک عالم کو دی گئی، جس کی نگرانی میں علماء کی ایک جماعت ہوتی تھی۔ ہر حصے کا نگران اپنے حصے میں کمی و بیشی کا ذمہ دار ہوتا تھا۔اگر کہیں غلطی پاجاتی تو ملا نظام الدین متعلقہ شعبہ کے نگران سے بازپرس کرتے۔اور نگزیب عالمگیر خود اس وقیع کام میں دلچسپی لیتے تھے۔اسی وجہ سے شاہی خزانہ سے ان علمائے کرام کے اخراجات پورے کیے جاتے تھے۔جن حضرات نے اس علمی کام میں اپنالوہا منوایا تھا ان کے نام درج ذیل ہیں۔

شیخ نظام برہان پوری، میر سید قنوجی، ملا محمد جمیل جونپوری، قاضی محمد حسین جونپوری، شیخ وجیہ الدین گوپاموی، شاہ عبدالرحیم دہلوی، ملا ابوالوعظ برگامی، ملا محمد غوث کاکوروی، ملا سعید، علامہ ابوالفرح، ملا غلام، عبداللہ چلپی، سید علی اکبر سعداللہ خانی، سید نظام الدین ٹھٹھوی، قاضی ابوالخیر ٹھٹھوی، جلال الدین محمد، ملا حامد جونپوری، شیخ رضی الدین، مولانا محمد شفیع، ملا وجیہ الرب ، مولانا محمد فائق، ملا محمد اکرم، ملا فصیح الدین پھلواری اور قاضی سید عنایت اللہ مونگیری[4] وغیرہ۔ یہ فتاویٰ ابتدائی طور پر عربی زبان میں تھا، جس کے اب کئی زبانوں میں ترجمے ہوچکے ہیں اور مارکیٹ میں اس کے کئی طباعتی نسخے بھی موجود ہیں۔

شہادۃ

لسان العرب میں محمد بن مکرم بن منظور الافریقی کہتے ہیں کہ اخبار اور بیان دونوں کے لیے لفظ شہادۃ استعمال کیا گیا ہے، جس سے مراد وہ بات ہے جو خاص مشاہدے کی بنیاد پر حاصل ہو،یعنی یہ شاہدۃ مشاہدۃ سے مشتق ہے جو کسی چیز کو آنکھوں سے دیکھنے کی خبر کا مفہوم دیتا ہو[5]۔

اسی طرح یہ تعریف بھی کی گئی ہے کہ

"أن الشهادة اسم من المشاهدة، وهي الاطلاع على الشيء عيانا، فاشترط في الأداء ما ينبئ

عن المشاهدة[6]."

"لفظ شہادت مشاہدہ کا اسم ہے جس کے معنی کسی کام پر مکمل اطلاع پانے کی ہے گویا اس تعریف کے مطابق مشاہدہ کو معیار سمجھا جاتا ہے۔"

قرآن مجید میں شہادت حلف کے معنی میں بھی استعمال ہوا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"وَيَدْرَأُ عَنْهَا الْعَذَابَ أَنْ تَشْهَدَ أَرْبَعَ شَهَادَاتٍ بِاللَّهِ إِنَّهُ لَمِنَ الْكَاذِبِينَ "[7]

"اور عورت سے سزا کو یہ بات ٹال سکتی ہے کہ وہ پہلے چار بار خدا کی قسم کھائے کہ بے شک یہ جھوٹا ہے۔"

علامہ جرجانیؒ نے شہادت کی تعریف اس طرح کی ہے:

"الشهادة: هي في الشريعة: إخبار عن عيان بلفظ الشهادة في مجلس القاضي بحق للغير على آخر"[8]

"اصطلاح شریعت میں شہادت کے معنی کسی شے کی بابت شہادت کے لفظ سے قاضی کی مجلس میں ثبوت حق کے لیے دینے کے ہیں۔"

عورت کی گواہی اور اسلام

اسلام نے ابتداء ہی سے باہمی حقوق واضح طور پر بیان کیے ہیں اور معاشرے کے ہر فرد کو امن اور عدل کا دامن تھامنے کا درس دیا ہے۔ قرآن مجید میں مختلف معاشرتی معاملات میں مثلاً یتیموں کو ان کا مال سپرد کرنے، وصیت کرنے اور طلاق دیتے وقت گواہ مقرر کرنے کی ہدایت ایک تسلسل کے ساتھی دی گئی ہے[9]۔ ان میں سے کسی مقام پر گواہوں کی جنس زیر بحث نہیں آئی اور سورۃ البقرۃ کی آیت 282 واحد مقام ہے جہاں اس تفریق کو موضوع بنایا گیا ہے۔ یہاں یہ ہدایت دی گئی ہے کہ ادھار لین دین کے معاملات میں اول تو گواہ دو مرد ہونے چاہئیں اور اگر دو مرد نہ ہو سکیں تو ایک مرد اور دو عورتوں کو گواہ مقرر کر لیا جائے۔ اس سے واضح ہے کہ قرآن یہ چاہتا ہے کہ عورتیں گواہی کے معاملات سے اصلاً دور ہی رہیں اور اگر انہیں گواہ بنایا جائے تو ایک مرد کی جگہ دو عورتیں گواہ مقرر کی جائیں۔

جمہور فقہاء (امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ) نے اس سے یہ اخذ کیا ہے کہ شارع کا منشا عورتوں کی گواہی کو ناقص قرار دینا ہے۔ چنانچہ ان کے نزدیک خواتین کی گواہی صرف مالی معاملات میں قابل قبول ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے ان کی گواہی قبول کرنے کی اجازت دی ہے۔ ان کے علاوہ باقی معاملات مثلاً نکاح، طلاق، حدود اور قصاص وغیرہ میں عورتوں کی گواہی قابل قبول نہیں۔ احناف نے اس حکم کی تعبیر اس کے بالکل برعکس کی ہے اور ان کا کہنا ہے کہ جب ایک طرح کے معاملے میں عورتوں کی گواہی قبول کی گئی ہے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ عورت اصلاً گواہی دینے کی اہلیت

رکھتی ہے، اس لیے اصول اور عقل و قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ ہر طرح کے معاملے میں عورت کی گواہی قبول کی جائے۔ الا یہ کہ کسی معاملے میں اس کے برعکس دلیل پائی جائے۔ البتہ احناف اس معاملے میں جمہور کے ہم خیال ہیں کہ حدود و قصاص کے مقدمات میں خواتین کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی اور یہ کہ ایسے معاملات کے علاوہ جن میں مردوں کا اطلاع پانا عادتاً ممکن نہیں، باقی تمام معاملات میں دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کے برابر سمجھی جائے گی[10]۔

لہٰذا اسلام نے دوسرے افراد کی طرح عورت کو بھی شہادۃ (گواہی دینے) کا مطلقاً اہل قرار دیا اور مرد و عورت کی گواہی میں کوئی فرق نہیں کیا۔ کیونکہ قرآنی آیات میں مرد و عورت کی تخصیص کیے بغیر گواہی کے متعلق احکامات موجود ہیں۔ وراثت سے متعلق دو افراد کی گواہی ضروری ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِينَ الْوَصِيَّةِ اثْنَانِ ذَوَا عَدْلٍ مِنْكُمْ أَوْ آخَرَانِ مِنْ غَيْرِكُمْ إِنْ أَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَأَصَابَتْكُمْ مُصِيبَةُ الْمَوْتِ"[11]

"مومنو! جب تم میں سے کسی کی موت آ موجود ہو تو شہادت (کا نصاب) یہ ہے کہ وصیت کے وقت تم (مسلمانوں) میں سے دو عادل (یعنی صاحب اعتبار) گواہ ہوں یا اگر (مسلمان نہ ملیں اور) تم سفر کر رہے ہو اور (اس وقت) تم پر موت کی مصیبت واقع ہو تو کسی دوسرے مذہب کے دو (شخصوں کو) گواہ (کر لو)[12]۔"

اسی طرح معاملۂ طلاق میں بھی دو اشخاص کو گواہ بنانے کا حکم دیا گیا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَأَشْهِدُوا ذَوَيْ عَدْلٍ مِنْكُمْ وَأَقِيمُوا الشَّهَادَةَ لِلَّهِ"[13]

"اور اپنے میں سے دو منصف مردوں کو گواہ کر لو اور (گواہو!) خدا کے لئے درست گواہی دینا۔"

جبکہ محصنات کے خلاف گواہی میں چار گواہ ضروری ہیں۔ جیسا کہ سورۃ النور میں ہے:

"وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَاجْلِدُوهُمْ ثَمَانِينَ جَلْدَةً وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا وَأُولَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ"[14]

"اور جو لوگ پرہیزگار عورتوں کو بدکاری کا عیب لگائیں اور اس پر چار گواہ نہ لائیں تو ان کو اسی (80) درے مارو اور کبھی ان کی شہادت قبول نہ کرو اور یہی بدکردار ہیں۔"

ایک اور جگہ ارشاد ہے۔

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ كُونُواْ قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلَّهِ"[15]

"اے ایمان والو! انصاف پر قائم رہو اور خدا کے لئے سچی گواہی دو۔"

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ كُونُواْ قَوَّامِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ"[16]

"اے ایمان والوں! خدا کے لیے انصاف کی گواہی دینے کے لیے کھڑے ہو جایا کرو۔"

خلاصہ کلام یہ ہے کہ قرآن مجید کے نصوص سے معلوم ہوتا ہے کہ جہاں تک گواہی کی اہلیت اور تحمل کا تعلق ہے، وہ مرد وزن کو یکساں طور پر حاصل ہے۔ کلام الہیٰ میں اکثر جگہوں پر شہداء کا لفظ استعمال ہوا ہے اور وہ بالاتفاق یقینی طور پر مرد اور عورت دونوں کو شامل ہے۔ جیسا کہ اوپر کے آیات میں دونوں کو مخاطب کر کے خطاب کیا گیا ہے۔

جمہور فقہاء (ائمہ اربعہ) حدود و قصاص کے معاملات میں خواتین کی گواہی کو قبول نہ کرنے پر متفق ہیں جب کہ عطاء بن ابی رباحؒ، حماد بن ابی سلیمان اور ابن حزمؒ کی رائے میں تمام معاملات میں عورتوں کی گواہی قابل قبول ہو گی، البتہ دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کے برابر سمجھی جائے گی[17]۔ جعفر صادقؒ سے بھی خواتین کی گواہی کی بنیاد پر زنا کی سزا دینے کی رائے مروی ہے[18]۔اسی طرح علی رضی اللہ عنہ سے قتل کے ایک مقدمے میں خواتین کی گواہی قبول کرنا ثابت ہے[19]۔ جبکہ بعض معاصر اہل علم نے بھی اس معاملے میں جمہور کے مؤقف سے اختلاف کرتے ہوئے حدود و قصاص میں خواتین کی گواہی کو قابل قبول قرار دیا یا کم از کم اس رائے کو قابل غور ضرور تسلیم کیا ہے[20]۔

جمہور فقہاء کی طرف سے اپنے نقطہ نظر کے حق میں بنیادی طور پر حسب ذیل دلیلیں پیش کی گئی ہیں:

1. قرآن مجید نے زنا کے اثبات کے لیے اربعۃ شہداء کی گواہی کو ضروری قرار دیا ہے جس سے مراد چار مرد گواہ ہیں[21]۔استدلال اس نحوی قاعدے پر مبنی ہے کہ عربی زبان میں تین سے دس تک معدود اگر مذکر ہو تو اس کے لیے عدد مؤنث استعمال کیا جاتا ہے۔ چنانچہ "اربعۃ" کا مؤنث لایا جانا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ "شہداء" سے مراد مرد گواہ ہیں۔
2. اللہ تعالیٰ نے خواتین کے بدکاری کا مرتکب ہونے کی صورت میں فرمایا ہے کہ "فاشهدو عليهن اربعة منكم" یعنی ان پر اپنے میں سے چار گواہ طلب کرو۔ چونکہ یہاں مشہود علیہ خواتین ہیں اور مشہود علیہ خود شاہد نہیں ہو سکتا، اس لیے "منکم" سے مراد بھی خواتین نہیں بلکہ مرد ہی ہو سکتے ہیں[22]۔
3. امام زہریؒ کا بیان ہے کہ:

"مَضَتِ السُّنَّةُ مِنْ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم وَالْخَلِيفَتَيْنِ مِنْ بَعْدِهِ ، أَنْ لاَ تَجُوزَ شَهَادَةُ النِّسَاءِ فِي الْحُدُودِ"[23]

"رسول اللہ ﷺ اور آپ کے بعد دونوں خلفاء کے زمانے سے یہ سنت چلی آرہی ہے کہ حدود میں عورتوں کی گواہی قابل نہیں ہے۔"

4. خواتین گواہی دیتے ہوئے نسیان اور ضلال کا شکار ہو سکتی ہیں، اس لیے ان کی گواہی میں شبہ پایا جاتا ہے اور چونکہ شریعت میں شبہات کی بناء پر حدود کو ٹال دینے کا حکم دیا گیا ہے، اس لیے خواتین کی گواہی کی بنا پر کسی کو زنا کی سزا نہیں دی جا سکتی[24]۔

مالی معاملات میں قرآنی آیت کی رو سے عورت کی گواہی کی قبولیت پر تمام ائمہ متفق ہیں۔ مگر یہاں دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کے برابر ہوگی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى فَاكْتُبُوهُ وَلْيَكْتُبْ بَيْنَكُمْ كَاتِبٌ بِالْعَدْلِ وَلَا يَأْبَ كَاتِبٌ أَنْ يَكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللَّهُ فَلْيَكْتُبْ وَلْيُمْلِلِ الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ وَلْيَتَّقِ اللَّهَ رَبَّهُ وَلَا يَبْخَسْ مِنْهُ شَيْئًا فَإِنْ كَانَ الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيهًا أَوْ ضَعِيفًا أَوْ لَا يَسْتَطِيعُ أَنْ يُمِلَّ هُوَ فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهُ بِالْعَدْلِ وَاسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ مِنْ رِجَالِكُمْ فَإِنْ لَمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاءِ أَنْ تَضِلَّ إِحْدَاهُمَا فَتُذَكِّرَ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَى"[25]

"مومنو! جب تم آپس میں کسی میعاد معین کے لئے قرض کا معاملہ کرنے لگو تو اس کو لکھ لیا کرو اور لکھنے والا تم میں (کسی کا نقصان نہ کرے بلکہ) انصاف سے لکھے نیز لکھنے والا جیسا اسے خدا نے سکھایا ہے لکھنے سے انکار بھی نہ کرے اور دستاویز لکھ دے۔ اور جو شخص قرض لے وہی (دستاویز کا) مضمون بول کر لکھوائے اور خدا سے کہ اس کا مالک ہے خوف کرے اور زر قرض میں سے کچھ کم نہ لکھوائے۔ اور اگر قرض لینے والا بے عقل یا ضعیف ہو یا مضمون لکھوانے کی قابلیت نہ رکھتا ہو تو جو اس کا ولی ہو وہ انصاف کے ساتھ مضمون لکھوائے۔ اور اپنے میں سے دو مردوں کو (ایسے معاملے کے) گواہ کر لیا کرو۔ اور اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں جن کو تم گواہ پسند کرو (کافی ہیں) کہ اگر ان میں سے ایک بھول جائے گی تو دوسری اسے یاد دلا دے گی۔"

صرف اسی آیت میں مالی معاملات اور لین دین کے لیے ایک شخص کے ساتھ دو عورتوں کی گواہی کا حکم دیا گیا ہے اور اس میں یہ وعظ کی گئی ہے کہ فریقین کے درمیان ایک ورقہ لکھ کر اس پر دو گواہ مقرر کیے جائیں اور گواہی کے لیے دو مرد ہونے چاہیئے لیکن اگر بالفرض دو مرد نہ ہوں تو پھر ایک مرد اور عورتیں گواہی کر سکتی ہیں۔ چونکہ اہل خانہ کی کفالت کی ذمہ اللہ تعالیٰ نے مرد کے ذمے رکھی ہے اس لیے معاملات میں میں مردوں کو ترجیح حاصل ہے۔ اسی وجہ سے معاملات میں عورتوں کے بجائے مردوں کو علم آگہی زیادہ حاصل ہوتی ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ دو عورتیں ایک شخص کے برابر اس لیے ہیں کہ اگر ان میں سے ایک ہچکچاہٹ محسوس کر کے قاضی کے سامنے صحیح طرئے سے گواہی پیش نہ کر سکے تو دوسری اسے یاد دلائے گی۔

قرآن میں لفظ تضل بھول جانے کے معنی میں نہیں بلکہ الجھنے اور بات صحیح طرح سے بیان نہ کرنے کے مفہوم میں استعمال ہوا ہے اور اس وجہ سے عورتوں کا حافظہ کمزور ہونا نہیں لیکن بلکہ قوی امکان کی وجہ سے ہے کہ خواتین عملی تجربہ نہ ہونے کی وجہ سے عدالت میں جج کے سامنے دباؤ کا شکار ہو کر صحیح طریقے سے گواہی ادا نہ کر پائے گی۔ تو اس گھمبیر صورتحال سے قبل قرآن مجید نے خواتین کو بچنے کے لیے یہ حکمت بیان کی ہے کہ پہلے تو خواتین کو معاملات میں گواہی کے لیے نہ گھسیٹو جس سے جھگڑا کی صورت پیدا ہو، لیکن بالفرض ایسا ہوا بھی تو ایک نہیں دو عورتیں گواہ بناؤ تاکہ کمرہ عدالت میں جج

کے سامنے ایک دوسرے کا سہارا لیتے ہوئے صحیح گواہی ادا کر سکیں۔ لہٰذا دو عورتوں کو گواہ بنانے کا مقصد ایک کی گواہی میں پائی جانے والی عیب کی تلافی نہیں، جیسا کہ عام طور پر سمجھا جاتا ہے بلکہ صحیح سے صحیح تر گواہی تک پہنچنے کے لیے ایک عورت کو سہولت دینے کا قرآنی تدبیر ہے۔

علامہ ابن قیمؒ کی رائے بھی یہی ہے، آپ لکھتے ہیں؛

"ایک آدمی کے مقابل دو خواتین کو گواہ بنانے کی حکمت قرآن نے یہ بیان کی ہے کہ بالفرض ان میں سے ایک سے بھول ہو جائے تو دوسری یاد دلائے، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ جانبین کے لیے ایک تدبیری نوعیت کی ہدایت ہے۔ اس کا عدالت اور قضا سے کوئی تعلق نہیں، ایک بھی عورت نے صحیح اور باعتماد طریقے سے گواہی دی تو قاضی اس کی بنیاد پر فیصلہ کر سکتا ہے[26]۔"

آپ علامہ ابن تیمیہؒ کے حوالے سے رقم طراز ہیں کہ حکم کی علت کی وجہ سے دو خواتین کی شہادت مطلقاً ایک آدمی کے برابر قرار نہیں دیا جا سکتا بلکہ ایک عورت کی شہادت دوسری سے تاکیداً کرنا ان معاملات میں مطلوب ہے جن میں تجربہ کی کمی کے سبب عورتوں کے بھول یا عدم تحفظ کا شکار ہو جانے کا خدشہ ہو۔ باقی امور میں جہاں عورتیں اپنے مشاہدے اور ممارست کی بنیاد پر پورے اعتماد سے شہادت دے سکتی ہیں، ان کی گواہی مردوں کے برابر ہی سمجھی جائے گی[27]۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ ائمہ ثلاثہ کے ہاں عورتوں کی گواہی صرف مالی معاملات میں قبول ہوگی، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں شہادت کی اجازت دی ہے، جبکہ دیگر معاملات مثلاً نکاح وطلاق اور حدود وقصاص میں ان کی شہادت قابل قبول نہیں جبکہ احناف اس کے برعکس ہیں ان کے مطابق جب ایک معاملے میں عورت کی گواہی مقبول ہو تو یہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ ان میں گواہی کی اہلیت موجود ہے تو پھر سوائے حدود وقصاص کے ہر طرح کے معاملات میں ان کی گواہی قبول ہوگی[28]۔

عصری (پاکستانی) قانون شہادت

پاکستان میں 1984ء تک 1972ء کا نافذ کردہ قانون شہادت برقرار رہا۔ چونکہ یہ قانون انگریزوں کے تسلط کے عہد (1935ء) میں نافذ کیا گیا تھا۔ اس لیے اس کے اندر کئی دفعات ایسی موجود تھیں جو بظاہر اسلامی قوانین شہادت سے متصادم تھیں۔ چنانچہ قانون شہادت کو اسلامی اصولوں سے ہم آہنگ کرنے کے لیے 1984ء کا ترمیمی قانون پاس کیا گیا۔ اس قانونی ڈھانچے میں اکثر وبیشتر دفعات اسلامی احکام شہادت کی روشنی میں مرتب کئے گئے اور اس میں اسلامی فقہ کے ضوابط کو بروئے کار لایا گیا ہے۔

اس قانون کے دفعہ نمبر 13 میں گواہوں کی اہلیت اور تعداد کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ انگریزی عبارت نیچے درج کی جاتی ہے۔

> "Article 3 of the Qanoon-e- Shahadat deals with the competency of a witness. A witness is a person who deposes some relevant fact in an issue or testifies in order to prove or disprove any matter and question. It is work nothing have that the competency to testify as witness is a condition procedure to administer witness or oath, and is a distinct, matter from the credibility of the witness[29] ."

تبصرہ

اس قانونی دفع کی روشنی میں تمام افراد شہادت دینے کے اہل ہیں جب تک وہ کسی عذر یا کمزوری کی بناء پر شہادت دینے کے اہل قرار نہ دیئے جائیں یا مجاز عدالت اسے شہادت دینے سے نااہل قرار نہ دیں۔ ان اَعذار میں کم سنی (بچپن) اور بوڑھاپن شامل ہیں کیونکہ بچہ اس کا اہل نہیں ہے کہ وہ گواہ بن سکے بوجہ خام عقلی کے۔ اسی طرح بہت ادھیڑ عمر کا شخص بھی دماغی کمزوری اور یادداشت کے ضعف کی بناءپر درست گواہی دینے سے قاصر رہتا ہے۔ اس میں جسمانی یا ذہنی بیمار شخص بھی داخل کیا جا سکتا ہے۔

اس دفعہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عورت گواہی دینے کی اہل اور مجاز ہے، یعنی جس طرح ایک مرد گواہی دے سکتا ہے تو عورت بھی اپنی قانونی ذمہ داری پوری کر سکتی ہے۔

قانون کا آرٹیکل نمبر 17 بھی عورت کی گواہی سے متعلق تفصیل موجود ہے، ملاحظہ ہو:

Competence and Number of witnesses

1. "The competence of a person to testify and the number of witnesses in any case shall be determined in accordance with the injunctions of Islam as laid down in the Holy Quran and Sunnah".
2. "Unless otherwise provided in any law relating to the enforcement of Hudood or any other special law".

I. "In matters pertaining to financial or future obligations, if reduced to writing the instructions shall be attested by two men or one man and two women. So that one may remained

the other if necessary and evidence shall be led accordingly".

II. "In all other matters the court may accept, or act on the testimony of one man or one women or such other evidence as the circumstances of the case may warrant"[30].

گواہوں کی اہلیت اور تعداد

I. "شہادت دینے کے لیے کسی شخص کی اہلیت اور کسی مقدمے میں مطلوبہ گواہوں کی تعداد احکام اسلام کے مطابق متعین کی جائے گی۔ جس طرح کہ قرآن پاک اور سنت میں ان کا تعین کیا گیا ہے۔

II. تاوقتیکہ نفاذ حدود سے متعلق کسی قانون یا کسی دیگر خصوصی قانون میں بصورت دیگر قرار نہ دیا گیا ہو"۔

زیر نظر دفعہ بھی عورت کی گواہی ثابت کر کے اس میں اسلامی اصولوں کی کماحقہ نمائندگی کی گئی ہے۔ چنانچہ کہا گیا ہے کہ گواہوں کی تعداد احکام اسلام کے مطابق متعین کی جائے گی۔ حدود میں اس کی گواہی غیر معتبر مانی گئی ہے۔ اسی طرح مالیاتی معاملات میں عورت کی شہادت کو درست مانا گیا ہے۔

فتاویٰ عالمگیری اور عصری قانون میں خواتین کی شہادت کا تقابل

فتاویٰ عالمگیری میں بعض قول کی تصریح کے ساتھ یہ مسئلہ موجود ہے کہ عورتوں کی گواہی موت کے معاملے میں

ایک مرد کے برابر ہے کہ موت کی گواہی میں ایک مرد یا ایک عورت کی گواہی کافی ہے اور لفظ شہادت بالاتفاق شرط نہیں ہے[31]۔ جبکہ قانون شہادت میں ذکر ہے کہ شہادت دینے کے لیے کسی شخص کی اہلیت اور کسی مقدمے میں مطلوبہ گواہوں کی تعداد احکام اسلام کے مطابق متعین کی جائے گی جس طرح کہ قرآن پاک اور سنت میں ان کا تعین کیا گیا ہے[32]۔

اسی طرح دوسری جگہ عورت کی گواہی کے متعلق ایک دوسرا مسئلہ بسط و تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ مہر اور میراث کے متعلق عورت کی گواہی کیسی ہو گی؟ تو اس ضمن میں فتاویٰ عالمگیری کی روشنی میں ذکر کیا گیا ہے کہ عورت نے اگر اپنے مدعا پر گواہ پیش کیے تو اس کے حق میں فیصلہ کیا جائے گا۔ جیسا کہ ذکر ہے:

اگر ایک گھر کی نسبت جو ایک شخص کے قبضہ میں ہے یہ گواہ قائم کیے کہ یہ گھر میرے باپ کا ہے اور وہ فلاں روز مر گیا اور میں اس کا وارث ہوں اور گواہوں نے بیان دیا کہ اس کے سوا اس کا کوئی وارث نہیں ہے اور ایک عورت نے اس امر کے گواہ پیش کیے کہ اس مدعی کے باپ نے مجھ سے فلاں روز نکاح کیا یعنی اس روز کے بعد جس دن مدعی نے اپنے باپ کا مرنا بیان کیا اور یہ اولاد اس سے پیدا ہوئی۔ پھر اس کے بعد وہ مر گیا۔ لٰہذا مجھے میراث اور مہر چاہیئے، تو قاضی

میراث اور مہر کی ڈگری کرے گا خواہ بیٹے مدعی کی ڈگری کر چکا ہو یا نہ کی ہو۔ پھر ایک دوسری عورت نے پہلی عورت کی گواہی پر حکم ہونے کے بعد یہ گواہ قائم کیے کہ میت نے مجھ سے اس وقت کے بعد نکاح کیا ہے تو اس کی گواہی بھی قبول ہوگی اور اگر وارث نے کسی شخص پر گواہ قائم کیے کہ اس نے میرے باپ کو فلاں روز قتل کیا ہے اور قاضی نے حکم دے دیا پھر ایک عورت نے گواہ قائم کیے کہ اس کے باپ نے میرے ساتھ اس روز کے بعد نکاح کیا ہے تو گواہی قبول نہ ہوگی اس لیے کہ قتل کا دن قاضی کے حکم پر مقرر ہو چکا ہے(33)۔

جبکہ عصری قانون میں بھی مسائل کے حل کے لیے جج قرآن وحدیث واجماع صحابہ اور قیاس کی طرف رجوع کر کے اس کے لیے مثل ڈھونڈ لیتا ہے۔ اگر اسی نہج کے فیصلے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ اجمعین یا تابعین عظام کے دور میں ہو چکے ہوں تو اسی پر قیاس کر کے فیصلے کرتے ہیں اور جس طرح فتاویٰ عالمگیری میں گواہوں کی گواہی سے فیصلے کیے جاتے ہیں اسی طرح قانون شہادت میں بھی گواہی پر فیصلے کیے جاتے ہیں۔

عورت کی مترجم ہونے کے متعلق فتاویٰ عالمگیری میں تفصیل کے ساتھ ذکر ہے کہ کب عورت کی گواہی معتبر اور کب غیر معتبر ہوگی۔ جیسا کہ اسی فتاویٰ کے علمائے کرام نے لکھا ہے:

ایک عورت اگر آزاد اور ثقہ ہو تو اس کا مترجم ہونا امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک مثل مرد کے جائز ہے اور یہ حکم ان صورتوں میں ہے جن میں عورت کی گواہی مثل مال وغیرہ کے دعویٰ کے جائز ہے اور جس صورت میں عورت کی گواہی جائز نہیں ہے اس میں اس کا مترجم ہونا بھی جائز نہیں ہے(34)۔

اگر عورت اپنے شوہر وغیرہ کی تعدیل کرے تو مقبول ہے بشرط یہ کہ وہ بے پردہ ہو اور لوگوں سے خلط ملط اور معاملہ کرتی ہو اور اس پر اجماع ہے کہ اگر مشہود علیہ مسلمان ہو تو اس کے تعدیل کرنے والے کا مسلمان ہونا شرط ہے اور علانیہ تعدیل کے واسطے بالاجماع لفظ شہادت شرط نہیں ہے(35)۔

خلاصۃ البحث

گواہی کے معاملے میں اسلام کا عمومی رجحان یہ ہے کہ جس طرح مرد گواہی کا اہل ہے، تو اسی طرح عورت بھی گواہی دے سکتی ہے، مگر گواہی چونکہ بیرونی ذمہ داریوں میں سے ہے اور اسلام کا مزاج عورت پر بیرونی ذمہ داریوں کی کمی کا خواہاں ہے، اس لیے بعض صورتوں میں عورتوں کو اس ذمہ داری سے مکمل طور پر آزاد (حدود و قصاص) اور بعض (مالی معاملات) میں ان پر آدھی ذمہ داری ڈالی گئی ہے۔ جب کہ بعض صورتوں (رضاعت، عورتوں کے سوئمنگ پول وغیرہ) میں تو مردوں کے مقابلے میں عورتوں کی گواہی کو ترجیح دی گئی ہے۔

اگرچہ اس معاملے میں علماء کرام کے اقوال مختلف ہیں۔ ائمہ ثلاثہ کے ہاں عورتوں کی گواہی صرف مالی معاملات میں قبول ہوگی، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں شہادت کی اجازت دی ہے، جبکہ دیگر معاملات مثلاً نکاح و طلاق اور حدود و قصاص وغیرہ میں ان کی شہادت قبول نہیں کی جائے گی، جبکہ احناف اس کے برعکس ہیں ان کے مطابق جب ایک معاملے میں عورت کی گواہی مقبول ہو تو یہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ ان میں گواہی کی اہلیت موجود ہے تو پھر سوائے حدود و قصاص کے ہر طرح کے معاملات میں ان کی گواہی قبول ہوگی۔ جب کہ عطاء بن ابی رباحؒ، حماد بن ابی سلیمان اور ابن حزمؒ کی رائے میں تمام معاملات میں عورتوں کی گواہی قابل قبول ہوگی، البتہ دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کے برابر سمجھی جائے گی۔ جعفر صادقؒ سے بھی خواتین کی گواہی کی بنیاد پر زنا کی سزا دینے کی رائے مروی ہے۔ جبکہ بعض معاصر اہل علم نے بھی اس معاملے میں جمہور کے مؤقف سے اختلاف کرتے ہوئے حدود و قصاص میں خواتین کی گواہی کو قابل قبول قرار دیا یا کم از کم اس رائے کو قابل غور ضرور تسلیم کیا ہے

حواشی و حوالہ جات

1 سورۃ النساء 4: 80

2 سورۃ الاحزاب 33: 21

3 ڈاکٹر عمر سلیمان الاشقر، تاریخ الفقہ الاسلامی (کویت: مکتبۃ الفلاح، 1982ء) ص: 192

4 مولانا نجیب اللہ ندوی، فتاوی عالمگیری کے مؤلفین (لاہور: مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری (س۔ن)) ص: 12-25

5 الرومی، قاسم بن عبداللہ بن امیر علی، انیس الفقہاء فی تعریفات الالفاظ المتداولۃ بین الفقہاء (بیروت: دارالکتب العلمیۃ، 2004ء) 1: 87

6 زین الدین محمد المدعو، التوقیف علی مہمات التعاریف (قاہرہ: عالم الکتب، 1990ء) 1: 209

7 سورۃ النور 24: 8

8 الجرجانی، علی بن محمد بن علی الزین، کتاب التعریفات (بیروت: دارالکتب العلمیۃ، 1983ء) 1: 129

9 سورۃ النساء 4: 6۔۔ سورۃ المائدۃ 5: 106۔۔ سورۃ الطلاق 65: 2

10 الکاسانی، ابو بکر بن مسعود علاء الدین، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع (بیروت: دارالکتب العلمیۃ، 1986ء) 6: 279

11 سورۃ المائدۃ 5: 106

12 جالندھری، فتح محمد، ترجمہ قرآن (القرآن کریم) (لاہور: فاران فاونڈیشن، 2010ء)

13 سورۃ الطلاق 65: 2

14 سورۃ النور 24: 4

15 سورۃ النساء 4: 135

16 سورۃ المائدۃ 5: 8

17 ابن حزم ظاہری، ابو محمد علی بن احمد بن سعید، المحلی بالآثار (بیروت: دار الفکر، (س۔ن)) 10: 273۔۔ابن قدامہ، ابو محمد موفق الدین عبداللہ بن احمد، المغنی (مصر: مکتبۃ القاہرہ (س۔ن))، کتاب الشہادات، **مَسْأَلَة الشُّهُود فِيمَا سِوَى الْأَمْوَالِ مِمَّا يَطَّلِعُ عَلَيْهِ الرِّجَالُ** 10: 157

18 جعفر صادق، من لا یحضرہ الفقیہ (بیروت: مطبع و سن اشاعت نامعلوم) 4: 25

19 عَنِ الزُّهْرِيِّ ، قَالَ : مَضَتِ السُّنَّةُ مِنْ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم وَالْخَلِيفَتَيْنِ مِنْ بَعْدِهِ ، أَنْ لاَ تَجُوزَ شَهَادَةُ النِّسَاءِ فِي الْحُدُودِ (ابن شیبۃ، ابو بکر عبداللہ بن محمد، مصنف ابن ابی شیبۃ (بیروت: دار الفکر، ۱۴۲۰ھ) کتاب الحدود (21) **فِي شَهَادَةِ النِّسَاءِ فِي الْحُدُودِ** (109) حدیث (29307))

20 عمر احمد عثمانی، حقوق نسواں اور باہمی حقوق (لاہور: اردو پبلی کیشنز، 2008ء) ص: 105- 126۔۔۔ ڈاکٹر محمود احمد غازی، حدود اور قصاص کے مقدمات میں عورتوں کی گواہی (اسلام آباد: انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی، 1993ء) ص: 18-19 ۔ غامدی، جاوید احمد، برہان (مطبع و سن اشاعت نامعلوم) ص: 24- 35۔۔۔عبدالحلیم محمد ابوشقہ، تحریر المراۃ المسلمۃ فی عصر الرسالۃ (قاہرہ: دار الجیل، 1422ھ) 1: 292۔۔۔ عثمانی، مفتی محمد تقی، حدود و قوانین: موجودہ بحث اور آئندہ لائحہ عمل (کراچی: دار الاشاعت، 2006ء) ص: 28

21 عسقلانی، ابوالفضل احمد بن علی بن حجر، فتح الباری (بیروت: دار المعرفۃ، 1379ھ) 5: 266

22 ابن عربی مالکی، ابو بکر محمد بن عبداللہ، احکام القرآن (بیروت: دار العلم، 2003ء) 1: 460

23 مصنف ابن ابی شیبۃ، کتاب الحدود (21) **فِي شَهَادَةِ النِّسَاءِ فِي الْحُدُودِ** (109) حدیث (29307))

24 المغنی 10: 175

25 سورۃ البقرۃ 2: 282

26 ابن قیم، محمد بن ابی بکر بن ایوب، اعلام الموقعین عن رب العالمین (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1991ء) 1: 83

27 ابن قیم، محمد بن ابی بکر بن ایوب، الطرق الحکمیۃ (بیروت: مکتبۃ دار البیان (س۔ن)) 1: 177

28 ابن ہمام، کمال الدین محمد بن عبد الواحد، فتح القدیر (بیروت: دار الفکر، ۱۴۱۰ھ) کتاب ادب القاضی، فصل فی قضاء المراۃ 7: 302

29 Qanoon Shahadat, 1984 Article 3, Page: 43

30 Ibid, Article No 17, Page : 80

31 لجنۃ علماء، فتاوی الھندیہ (بیروت: دار الفکر، 1310ھ) کتاب الشہادت، باب نمبر (14) 3: 464۔۔۔فتح القدیر، کتاب الشہادات، فصل ما يتحمله الشاهد على ضربين 7: 388

32 ملک ارشاد احمد ارشد و میاں عمر اسعد، قانون شہادت (لاہور: منصور بک ہاؤس 2 کچہری روڈ (نیلا گنبد) انار کلی، (س۔ن)) دفعہ (2): گواہوں کی اہلیت اور تعداد (17)

33 نفس مصدر

34 فتاوی الہندیہ 3: 464۔۔۔البخاری، ابوالمعالی برہان الدین محمود بن احمد بن عبدالعزیز، المحیط البرہانی فی الفقہ النعمانی (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1423ھ)، کتاب القضاء، الفصل الحادي والعشرون: في الجرح والتعديل 8: ۹۷

35 فتاوی الہندیہ 3: 468